قیام میلاد کی شرعی حیثیت

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری حفظہ اللہ

نبی کریم ﷺ کا ذکر سن کر یا میلاد کا ذکر کرتے ہوئے تعظیما کھڑے ہو جانے کا عمل بے ثبوت و بے اصل ہے، اس کی بنیادیں محض نفسانی خواہشات پہ اٹھائی گئی ہیں اور غلو ان کا کِلابہ ہے۔ احکامات شرعیہ کا ثبوت قرآن و حدیث، اجماع امت اور فہم سلف سے بیان ہوتا ہے اور ان تمام مصادر میں قیام میلاد کا ذکر کیا اشارہ بھی نہیں ملتا، لیکن :

❁ ایک صاحب کہتے ہیں :

''نبی اکرم ﷺ پر درود وسلام کھڑے ہو کر پڑھنا انبیاے کرام کی سنت ہے۔''

ان کے دلائل پر تبصرہ تو آئندہ سطور میں کیا جائے گا، سر دست اس حوالے سے اہل علم کا بیان ملاحظہ فرمالیں۔

❁ علامہ، محمد بن یوسف، صالحی، شامی رحمہ اللہ (م : ۹۴۲ھ) لکھتے ہیں :

جَرَتْ عَـادَةُ كَثِيرٍ مِّنَ الْمُحِبِّينَ إِذَا سَمِعُوا بِذِكْرِ وَصْفِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّقُومُوا تَعْظِيمًا لَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهٰذَا الْقِيَامُ بِدْعَةٌ، لَا أَصْلَ لَهٗ .

''نبی اکرم ﷺ کی محبت کے بہت سے دعوے داروں میں یہ عادت رواج پا گئی ہے کہ وہ جب آپ ﷺ کی کسی صفت کا ذکر سنتے ہیں، تو آپ ﷺ کی تعظیم میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہ قیام ایسی بدعت ہے، جس کی شریعت میں کوئی دلیل نہیں۔''(سبل الهدٰی والرّشاد : ۱/۴۱۵)

۞ علامہ عبدالحیٔ لکھنوی حنفی (م:۱۳۰۴ھ) لکھتے ہیں:

وَمِنْهَا أَيْ مِنَ الْقِصَصِ الْمُخْتَلَقَةِ الْمَوْضُوعَةِ مَا يَذْكُرُونَهٗ مِنْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْضُرُ بِنَفْسِهٖ فِي مَجَالِسِ وَعْظٍ عِنْدَ ذِكْرِ مَوْلِدِهٖ، بَنَوْا عَلَيْهِ الْقِيَامَ عِنْدَ ذِكْرِ الْمَوْلِدِ تَعْظِيمًا وَّإِكْرَامًا، وَهٰذَا أَيْضًا مِّنَ الْأَبَاطِيلِ، لَمْ يَثْبُتْ ذٰلِكَ بِدَلِيلٍ، وَمُجَرَّدُ الْاِحْتِمَالِ وَالْإِمْكَانِ خَارِجٌ عَنْ حَدِّ الْبَيَانِ.

''اہل بدعت کے بیان کردہ من گھڑت قصوں میں ایک قصہ یہ بھی ہے کہ جن مجالس میں نبی کریم ﷺ کا ذکر کیا جائے، آپ ﷺ ان مجالس میں بنفس نفیس تشریف فرما ہوتے ہیں۔اسی کو بنیاد بنا کر انہوں نے آپ کی ولادت کے ذکر وقت قیام کی طرح ڈالی ہے، یہ جھوٹی باتیں ہیں، کسی دلیل سے ان کا ثبوت نہیں ملتا۔یہ اعمال احتمالات و امکانات پہ کھڑے کئے گئے ہیں اور پر بھی کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔''(الآثار المرفوعة لعبد الحي، ص ٤٦)

۞ علامہ ابن حجر ہیتمی (م:۹۷۴ھ) کہتے ہیں:

وَنَظِيرُ ذٰلِكَ فِعْلُ كَثِيرٍ عِنْدَ ذِكْرِ مَوْلِدِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَوَضْعِ أُمِّهٖ لَهٗ مِنَ الْقِيَامِ، وَهُوَ أَيْضًا بِدْعَةٌ، لَمْ يَرِدْ فِيهِ شَيْءٌ عَلٰى أَنَّ النَّاسَ إِنَّمَا يَفْعَلُونَ ذٰلِكَ تَعْظِيمًا لَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَالْعَوَامُّ مَعْذُورُونَ لِذٰلِكَ بِخِلَافِ الْخَوَاصِّ.

''نبی کریم ﷺ کی ولادت کا ذکر کرتے ہوئے بہت سے لوگوں کا تعظیما

کھڑے ہوجانا بھی ایک بدعت ہے۔اس پر کوئی دلیل نہیں ملتی۔لوگ یہ عمل تعظیم رسول کی نیت سے کرتے ہیں،عوام بیچارے ناسمجھ معذور ہیں جب کہ خواص کی پکڑ ضرور ہوگی۔''

(الفتاوی الحدیثیّة، ص ۵۸)

پھر قیام میلاد کے حامیان باہم مختلف ہیں،اس سلسلے میں ان کے بیان نہیں ملتے اور بیان کا تضاد تحقیق کی عدالت میں قابل ملاحظہ وقابل قبول نہیں ہوتا۔مثلا :

بعض لوگوں کے مطابق نبی اکرم ﷺ بنفس نفیس اس محفل میں تشریف فرما ہوتے ہیں، جب کہ بعض کہتے ہیں :

''تاہم یہ بات ممکنات میں سے ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ روحانی طور پر محفل میلاد میں تشریف لائیں۔''

❁ بعض نے کہا ہے :

''ایسا ہونا گو بصورت معجزہ ممکن ہے۔'' وغیرہ

الغرض ! یہ سب ان کے اپنے منہ کی باتیں ہیں۔قرآن وسنت میں اس کی کوئی اصل نہیں۔

اسی طرح بعض غالی صوفیا کا دعویٰ ہے کہ وہ حالت بیداری میں نبی اکرم ﷺ کو دیکھتے ہیں یا نبی اکرم ﷺ ان کی میلادی محافل میں حاضر ہوتے ہیں وغیرہ،تو یہ بات کتاب وسنت اور اجماع امت کے صریح مخالف ہے،لہٰذا ان باتوں کا مقام وہی ہے، جو کہ جھوٹ کا ہوا کرتا ہے۔نبی کریم ﷺ فوت ہو چکے،اللہ کے پاس جا چکے ہیں اور فوت ہو جانے والے روز قیامت ہی اپنی قبروں سے نکالے جائیں گے،اس سے پہلے نہیں۔

❁ فرمانِ باری تعالیٰ ہے :

﴿ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ٭ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تُبْعَثُوْنَ﴾

(المؤمنون : ١٥۔ ١٦)

''تم اس کے بعد ضرور مرنے والے ہو اور تم روز قیامت زندہ کیے جاؤ گے۔''

اللہ کریم بتا رہے ہیں کہ فوت شدگان روزِ قیامت ہی زندہ ہوں گے، دنیا سے ایک دفعہ چلے جانے کے بعد واپس نہیں آئیں گے۔ جو کہتا ہے کہ انسان فوت ہو جانے کے بعد بھی واپس آ سکتے ہیں، تو وہ حق کی خلاف ورزی کا مرتکب ہے، حق جسے سلف صالحین نے پہچانا تھا اور جس پر رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین عظام رحمہم اللہ چلتے رہے ہیں۔

بعض دیوبندی اکابر بھی نبی اکرم ﷺ کے بعد از وفات محافل میلاد میں تشریف لانے اور آپ کے ذکر پر قیام کو جائز قرار دیتے ہیں، جیسا کہ

حاجی امداد اللہ مکی صاحب (م: ۱۳۱۷ھ) کہتے ہیں:

''البتہ وقت قیام کے اعتقاد تولد کا نہ کرنا چاہیے۔ اگر احتمال تشریف آوری کا کیا جائے، تو کوئی مضائقہ نہیں، کیونکہ عالم خلق مقید بزمان و مکان ہے، لیکن عالم امر دونوں سے پاک ہے۔ پس قدم رنجہ فرمانا ذات بابرکات کا بعید نہیں۔''

(امداد المشتاق از اشرف علی تھانوی: ٥٦)

❀ جناب اشرف علی تھانوی صاحب کی کتاب میں ہے:

''جب مثنوی شریف ختم ہو گئی۔ بعد ختم حکم شربت بنانے کا دیا اور ارشاد ہوا کہ اس پر مولانا (روم) کی نیاز بھی کی جاوے گی۔ گیارہ گیارہ بار سورت اخلاص پڑھ کر نیاز کی گئی اور شربت بٹنا شروع ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ نیاز کے دو معنی ہیں۔ ایک عجز و بندگی اور وہ سوائے خدا کے دوسرے کے واسطے نہیں ہے، بلکہ

ناجائز شرک ہے۔ اور دوسرے خدا کی نذر اور ثواب خدا کے بندوں کو پہنچانا، یہ جائز ہے۔ لوگ انکار کرتے ہیں۔ اس میں کیا خرابی ہے؟ اگر کسی عمل میں عوارض غیر مشروع لاحق ہوں تو ان عوارض کو دور کرنا چاہیے، نہ یہ کہ اصل عمل سے انکار کردیا جائے۔ ایسے امور سے انکار کرنا خیر کثیر سے باز رکھنا ہے، جیسے قیام مولد شریف اگر بوجہ آئے نام آنحضرت کے کوئی شخص تعظیماً قیام کرے تو اس میں کیا خرابی ہے؟ جب کوئی آتا ہے تو لوگ اس کی تعظیم کے واسطے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اگر اس سردارِ عالم وعالمیان (روحی فداہ) کے اسمِ گرامی کی تعظیم کی گئی تو کیا گناہ ہوا؟'' (امداد المشتاق از تھانوی: ص ۸۸)

یہ قیاس مع الفارق ہے کہ عالم ارواح کو عالم اجساد پر قیاس کیا جائے، جبکہ دونوں کے احکام جدا جدا ہیں۔ سلف میں ان چیزوں کا کوئی بھی قائل نہیں رہا، قرآن وحدیث میں اس کا کہیں تذکرہ نہیں اور متاخر اہل علم نے بھی اسے بدعت قرار دیا ہے۔

کیا قیام، تعظیم کا جائز طریقہ ہے؟:

نبی اکرم ﷺ کی تعظیم ہر مؤمن کے ایمان کا جزو لازم ہے، لیکن اس تعظیم کی حدود کون متعین کرے گا؟ یقیناً یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کا ہی حق ہے۔

۞ علامہ بشیر احمد سہسوانی رحمہ اللہ (م: ۱۳۲۶ھ) فرماتے ہیں:

فَنَحْنُ مَعَاشِرَ أَهْلِ الْحَدِيثِ نُعَظِّمُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكُلِّ تَعْظِيمٍ جَاءَ فِي الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ الثَّابِتَةِ، سَوَاءً كَانَ ذٰلِكَ التَّعْظِيمُ فِعْلِيًّا أَوْ قَوْلِيًّا أَوِ اعْتِقَادِيًّا، وَالْوَارِدُ فِي الْكِتَابِ الْعَزِيزِ

وَالسُّنَّةِ الْمُطَهَّرَةِ مِنْ ذٰلِكَ الْبَابِ فِي غَايَةِ الْكَثْرَةِ ـ ـ ـ ـ ـ، وَأَهْلُ الْبِدَ عِ؛ فَمُعْظَمُ تَعْظِيمِهِمْ تَعْظِيمٌ مُّحْدَثٌ كَشَدِّ الرِّحَالِ إِلٰى قَبْرِ الرَّسُولِ، وَالْفَرَحِ بِلَيْلَةِ وِلَادَتِهٖ، وَقِرَاءَ ةِ الْمَوْلِدِ، وَالْقِيَامِ عِنْدَ ذِكْرِ وِلَادَتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَتَقْبِيلِ الْإِبْهَامِ عِنْدَ قَوْلِ الْمُؤَذِّنِ : أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ، وَالتَّمَثُّلِ بَيْنَ يَدَيْهِ قِيَامًا، وَطَلَبِ الْحَاجَاتِ مِنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالنَّذْرِ لَهٗ، وَمَا ضَاهَاهَا، وَأَمَّا التَّعْظِيمَاتُ الثَّابِتَةُ؛ فَهُمْ عَنْهَا بِمَرَاحِلَ .

''ہم تمام اہل حدیث رسول اکرم ﷺ کی ہر وہ تعظیم بجا لاتے ہیں، جو قرآنِ کریم اور سنت ثابتہ میں وارد ہے، خواہ وہ تعظیم فعلی ہو، قولی ہو یا اعتقادی۔ قرآن عزیز اور سنت مطہرہ میں اس طرح کی بہت زیادہ تعظیم موجود ہے۔۔۔ لیکن اہل بدعت کی تعظیم کی حد یہ ہے کہ وہ لوگ کوئی بدعت جاری کر لیتے ہیں، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک کی طرف شد رحال، ولادت رسول کی رات جشن، مولد کی قرائت، آپ ﷺ کی ولادت کے ذکر کے وقت قیام کرنا، اذان میں مؤذّن کے أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ کہنے کے وقت انگوٹھے چومنا، آپ ﷺ کی قبر مبارک کے سامنے بت بن کر کھڑے ہونا، آپ ﷺ سے حاجات طلب کرنا اور آپ ﷺ کے نام کی نیاز دینا وغیرہ۔ یہ لوگ قرآن وسنت کی ثاب شدہ تعلیمات سے کوسوں دور ہیں۔''

(صيانة الإنسان عن وسوسة دحلان، ص ٢٤٤)

۞ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (م: ۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

وَإِنَّمَا تَعْظِيمُ الرُّسُلِ بِتَصْدِيقِهِمْ فِيمَا أَخْبَرُوا بِهِ عَنِ اللّٰهِ، وَطَاعَتِهِمْ فِيمَا أَمَرُوا بِهِ، وَمُتَابَعَتِهِمْ، وَمَحَبَّتِهِمْ، وَمُوَالَاتِهِمْ.

''انبیاء ورسل کی تعظیم کا انحصار ان باتوں ہے کہ انبیاء کی لائی ہوئی خبروں کی تصدیق کی جائے، ان کے احکام کی پیروی کی جائے، ان سے محبت وموالاۃ رکھی جائے۔''(كتاب الردّ على الأخنائي، ص ٢٤_٢٥)

۞ جب کہ نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

''تعظیم میں کوئی پابندی نہیں، بلکہ جس زمانہ میں اور جس جگہ جو طریقہ بھی تعظیم کا ہو، اس طرح کرو، بشرطیکہ شریعت نے اس کو حرام نہ کیا ہو، جیسے کہ تعظیمی سجدہ ورکوع۔ اور ہمارے زمانہ میں شاہی احکام کھڑے ہو کر بھی پڑھے جاتے تھے۔ لہٰذا محبوب کا ذکر بھی کھڑے ہو کر ہونا چاہیے۔ دیکھو ﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا﴾ میں مطلقا کھانے پینے کی اجازت ہے کہ ہر حلال غذا کھاؤ پیو، تو بریانی، زردہ، قورما سب ہی حلال ہوا خواہ خیر القرون میں ہو یا نہ ہو۔'' (''جاء الحق''، جلد ا ص ۲۵۴)

اگر نبی اکرم ﷺ کے ذکر کے وقت کھڑا ہونا آپ ﷺ کی تعظیم ہے، تو صحابہ کرام، تابعین عظام اور تبع تابعین، ائمہ دین اور سلف صالحین اس تعظیم سے محروم کیوں تھے؟ کہاں ہمارے نبی اکرم ﷺ کی تعظیم جو کہ دین وایمان ہے اور کہاں کھانے پینے کے دنیاوی مسائل۔ قرآن وسنت کی روشنی میں مسلّم اصول ہے کہ دینی معاملات میں کرنے کی دلیل ضروری ہے، جبکہ دنیاوی معاملات میں منع کی دلیل۔

کسی کی تعظیم میں کھڑا ہونا ناجائز ہے:

① سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَا كَانَ أَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ أَحَبَّ إِلَيْهِمْ شَخْصًا مِّنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانُوا إِذَا رَأَوْهُ لَا يَقُومُ لَهٗ أَحَدٌ مِّنْهُمْ، لِمَا يَعْلَمُونَ مِنْ كَرَاهِيَتِهٖ لِذٰلِكَ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ سے بڑھ کر محبت کسی نے نہیں کی، لیکن کوئی صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر کھڑا نہیں ہوتا تھا، وہ جانتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو پسند نہیں کرتے۔''

(مسند الإمام أحمد : ١٣٤/٣، سنن الترمذي : ٢٧٥٤، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح'' کہا ہے۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (م : ۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ تَكُنْ عَادَةُ السَّلَفِ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخُلَفَائِهِ الرَّاشِدِينَ أَنْ يَّعْتَادُوا الْقِيَامَ كُلَّمَا يَرَوْنَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَمَا يَفْعَلُهٗ كَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے زمانے میں یہ رواج نہیں رہا کہ صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر تعظیماً کھڑے ہو جائیں، اب یہ رواج عام ہو چکا ہے۔''

(مجموع الفتاوٰی : ٣٧٤/١)

کسی صحابی سے نبی اکرم ﷺ کی تعظیم میں یا آپ کے ذِکر کی تعظیم میں کھڑے ہونا قطعاً ثابت نہیں ہے۔

۞ ابومجلز لاحق بن حمید تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

خَرَجَ مُعَاوِيَةُ عَلَى ابْنِ الزُّبَيْرِ وَابْنِ عَامِرٍ، فَقَامَ ابْنُ عَامِرٍ وَّجَلَسَ ابْنُ الزُّبَيْرِ، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ لِابْنِ عَامِرٍ : اجْلِسْ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَّتَمَثَّلَ لَهُ الرِّجَالُ قِيَامًا؛ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ .

''سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ، سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عامر رحمہ اللہ کے پاس آئے، تو ابن عامر کھڑے ہو گئے، سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کھڑے نہیں ہوئے، سیدنا معاویہ نے عبداللہ بن عامر سے کہا: بیٹھ جائیے، میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ جو شخص یہ پسند کرتا ہے کہ آدمی اس کے لیے بت بن کر کھڑے ہوں، وہ اپنا ٹھکانہ جہنم کر لے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : ٥٨٦/٨، مسند الإمام أحمد : ٩١/٤، ٩٣، ١٠٠، مسند عبد بن حميد : ٤١٣، الأدب المفرد للبخاري : ٩٧٧، سنن أبي داوٗد : ٥٢٢٩، سنن التّرمذي : ٢٧٥٥، تهذيب الآثار للطّبري : ٥٦٨/٢، ٥٦٩، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن'' کہا ہے۔

۞ تهذيب الآثار للطّبري (٥٦٧/٢، ٥٦٨، وسندهٗ حسنٌ) میں الفاظ ہیں:

خَرَجَ مُعَاوِيَةُ ذَاتَ يَوْمٍ، فَوَثَبُوا فِي وَجْهِهٖ قِيَامًا، فَقَالَ : اجْلِسُوا، اجْلِسُوا، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ :

مَنْ سَرَّهٗ أَنْ يَّسْتَخِمَّ بَنُو آدَمَ قِيَامًا؛ دَخَلَ النَّارَ .

''سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ ایک دن باہر تشریف لائے، تو لوگ ان کے سامنے جلدی سے کھڑے ہوگئے۔ فرمایا: بیٹھ جاؤ، بیٹھ جاؤ، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو شخص چاہے کہ لوگ میرے لئے تعظیما اٹھ کھڑے ہوں، وہ آگ میں داخل ہوگا۔''

❁ محدث البانی رحمہ اللہ (م: ۱۴۲۰ھ) فرماتے ہیں:

دَلَّنَا هٰذَا الْحَدِيثُ عَلٰى أَمْرَيْنِ؛ الْأَوَّلُ تَحْرِيمُ حُبِّ الدَّاخِلِ عَلَى النَّاسِ الْقِيَامَ مِنْهُمْ لَهٗ، وَهُوَ صَرِيحُ الدَّلَالَةِ بِحَيْثُ أَنَّهٗ لَا يَحْتَاجُ إِلٰى بَيَانٍ، وَالْآخَرُ كَرَاهَةُ الْقِيَامِ مِنَ الْجَالِسِينَ لِلدَّاخِلِ، وَلَوْ كَانَ لَا يُحِبُّ الْقِيَامَ، وَذٰلِكَ مِنْ بَابِ التَّعَاوُنِ عَلَى الْخَيْرِ، وَعَدَمِ فَتْحِ بَابِ الشَّرِّ، وَهٰذَا مَعْنٰى دَقِيقٌ دَلَّنَا عَلَيْهِ رَاوِي الْحَدِيثِ مُعَاوِيَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَذٰلِكَ بِإِنْكَارِهٖ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرٍ قِيَامَهٗ لَهٗ، وَاحْتَجَّ عَلَيْهِ بِالْحَدِيثِ، وَذٰلِكَ مِنْ فِقْهِهٖ فِي الدِّينِ، وَعِلْمِهٖ بِقَوَاعِدِ الشَّرِيعَةِ الَّتِي مِنْهَا سَدُّ الذَّرَائِعِ .

''اس حدیث سے ہمیں دو باتوں کا علم ہوتا ہے:

① پہلی بات تو صریح ہے کہ آنے والے کے لئے یہ خواہش رکھنا حرام ہے کہ لوگ میری تعظیم میں اٹھ کھڑے ہوں۔

② دوسری بات یہ کہ حاضرین مجلس کو خود اس کی تعظیم میں کھڑا نہیں ہونا چاہئے، یہ ایک ناپسندیدہ عمل ہے، جب یہ لوگ کھڑے نہ ہوں گے اور آنے والا اس کو پسند نہ کرے گا تو اس سے خیر پر تعاون ہوگا اور شر کے دروازے بند ہو جائیں گے۔اس لطیف معنی کا بیان راوی حدیث سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے کیا ہے، انہوں نے عبداللہ بن عامر کو اپنے لیے کھڑے ہونے سے منع کیا اور انہیں حدیث سے دلیل دی۔ یہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی دینی فقاہت ہے اور اس قواعد شریعت سے ان کی واقفیت کی دلیل ہے، سد ذرائع بھی شریعت کا ایک قاعدہ ہے۔''

(السِّلسلة الصّحيحة : ٦٢٩/١)

اس وعید کا تعلق قیام تعظیمی سے ہے، استقبال کے لئے کھڑا ہونا جائز ہے۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (م : ۷۲۸ھ) ان الفاظ کا مطلب بیان کرتے ہیں:

فَإِنَّ ذٰلِكَ أَنْ يَّقُومُوا لَهٗ وَهُوَ قَاعِدٌ، لَيْسَ هُوَ أَنْ يَّقُومُوا لِمَجِيئِهٖ إِذَا جَاءَ، وَلِهٰذَا فَرَّقُوا بَيْنَ أَنْ يُّقَالَ : قُمْتُ إِلَيْهِ، وَقُمْتُ لَهٗ، وَالْقَائِمُ لِلْقَادِمِ سَاوَاهُ فِي الْقِيَامِ بِخِلَافِ الْقَائِمِ لِلْقَاعِدِ .

''اس وعید کا تعلق ایسی صورت سے ہے کہ ایک شخص بیٹھا ہو اور لوگ اس کے سامنے کھڑے ہوں، کسی کے استقبال کے لئے کھڑا ہونا اس وعید میں نہیں آتا۔ اس لیے علما نے کسی کی طرف کھڑے ہونے اور کسی کے لیے کھڑے ہونے میں فرق کیا ہے۔ قیام استقبال میں، آنے والا اور اس کی طرف لپکنے والا برابر حیثیت میں کھڑے ہوتے ہیں، جب کہ بیٹھے ہوئے شخص کے لئے تعظیما کھڑے ہونے میں یہ برابری کی سطح ختم ہو جاتی ہے۔''(مجموع الفتاوٰی : ۳۷۵/۱)

۞ **سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے متعلق سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:**

كَانَتْ إِذَا دَخلَتْ عَلَيْهِ قَامَ إِلَيْها، فَأَخذَ بِيَدِهَا، فَقبَّلَهَا، وَأَجْلَسَهَا فِي مَجْلِسِهٖ، وَكَانَ إِذَا دَخَلَ عَلَيْهَا؛ قَامَتْ إِلَيْهِ، فَأَخَذَتْ بِيَدِهٖ فَقَبَّلَتْهُ، وَأَجْلَسَتْهُ فِي مَجْلِسِهَا .

''وہ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس آتیں، تو آپ ﷺ ان کے استقبال میں کھڑے ہوجاتے، ان کا ہاتھ تھام کر بوسہ دیتے اور انہیں اپنی جگہ پر بٹھاتے۔ اسی طرح جب نبی اکرم ﷺ ان کے ہاں تشریف لے جاتے، تو وہ آپ کے استقبال میں کھڑی ہوتیں، آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر اس کو بوسہ دیتیں اور آپ کو اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔''

(سنن أبي داوٗد : ٥٢١٧؛ سنن التّرمذي : ٣٨٧٢، وسندهٗ صحيحٌ)

اس روایت کو امام ابن حبان (٦٩٥٢) اور امام حاکم (٤/٢٦٤) رحمہما اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

یعنی استقبال کے لیے قیام جائز ہے، بظاہر یہ روایت ان احادیث کے معارض ہے، جن میں کھڑے ہونے سے منع کیا گیا ہے، لیکن ان کے درمیان جمع و تطبیق ہوسکتی ہے:

۞ **علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (م : ٧٥١ھ) لکھتے ہیں:**

فَالْمَذْمُومُ الْقِيَامُ لِلرَّجُلِ، وَأَمَّا الْقِيَامُ إِلَيْهِ لِلتَّلَقِّي إِذَا قَدِمَ؛ فَلَا بَأْسَ بِهٖ، وَبِهٰذَا تَجْتَمِعُ الْأَحَادِيثِ .

''کسی آدمی کے لیے تعظیما کھڑا ہونا مذموم ہے اور کسی کے استقبال کے لئے

کھڑے ہونے میں حرج نہیں۔اس سے تمام احادیث میں تطبیق ہو جاتی ہے۔''

(شرح ابن القيّم لسنن أبي داوٗد مع عون المعبود : ١٤/١٢٧)

ایک وضاحت:

۞ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

اشْتَكٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَصَلَّيْنَا وَرَائَهٗ وَهُوَ قَاعِدٌ، وَأَبُو بَكْرٍ يُّسْمِعُ النَّاسَ تَكْبِيرَهٗ، فَالْتَفَتَ إِلَيْنَا فَرَآنَا قِيَامًا، فَأَشَارَ إِلَيْنَا، فَقَعَدْنَا، فَصَلَّيْنَا بِصَلَاتِهٖ قُعُودًا، فَلَمَّا سَلَّمَ؛ قَالَ : إِنْ كِدْتُمْ آنِفًا لَّتَفْعَلُونَ فِعْلَ فَارِسَ وَالرُّومِ، يَقُومُونَ عَلٰى مُلُوكِهِمْ، وَهُمْ قُعُودٌ، فَلَا تَفْعَلُوا، ائْتَمُّوا بِأَئِمَّتِكُمْ إِنْ صَلّٰى قَائِمًا فَصَلُّوا قِيَامًا، وَإِنْ صَلّٰى قَاعِدًا؛ فَصَلُّوا قُعُودًا .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے۔ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں اس طرح نماز ادا کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر نماز پڑھ رہے تھے اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکبیر کی آواز لوگوں تک پہنچا رہے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف توجہ کی اور ہمیں کھڑے محسوس کیا،تو اشارے کے ذریعے بیٹھنے کا حکم دیا۔ہم بیٹھ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں بیٹھ کر نماز ادا کی۔سلام پھیرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابھی آپ نے ایرانیوں اور رومیوں جیسا طرز عمل اپنا رکھا تھا، وہ اپنے بادشاہوں کے سامنے کھڑے رہتے ہیں اور بادشاہ بیٹھے رہتے ہیں، آپ اپنے امام کے ساتھ اس طرح کا سلوک نہ کریں۔اگر وہ کھڑے ہو کر نماز ادا کرے،

آپ بھی کھڑے ہوکر نماز ادا کریں اور اگر وہ بیٹھ کر نماز پڑھائے، تو آپ بھی بیٹھ کر نماز ادا کریں۔'' (صحیح مسلم : ٤١٣)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (م : ٦٧٦ھ) فرماتے ہیں :

فِيهِ النَّهْيُ عَنْ قِيَام الْغِلْمَانِ وَالتُّبَّاعِ عَلٰى رَأْسِ مَتْبُوعِهِمُ الْجَالِسِ لِغَيْرِ حَاجَةٍ، وَأَمَّا الْقِيَامُ لِلدَّاخِلِ إِذَا كَانَ مِنْ أَهْلِ الْفَضْلِ وَالْخَيْرِ؛ فَلَيْسَ مِنْ هٰذَا، بَلْ هُوَ جَائِزٌ، قَدْ جَاءَ تْ بِهٖ أَحَادِيثُ، وَأَطْبَقَ عَلَيْهِ السَّلَفُ وَالْخَلَفُ .

''حدیث میں مذکورہ ممانعت اس قیام کے متعلق ہے، جو چھوٹے بچے اور خادم بغیر ضرورت کے اپنے آقاؤں کے سر کی جانب کھڑے ہوتے ہیں اور وہ (بادشاہ وغیرہ) بیٹھے ہوتے ہیں۔ باقی جو قیام اہل فضل وخیر کی آمد پر ہوتا ہے، وہ اس وعید میں شامل نہیں ہے، وہ تو جائز ہے۔ اس بارے میں احادیث بیان ہوئی ہیں اور سلف وخلف کا اس (کے جواز) پر اتفاق ہے۔''

(شرح صحیح مسلم : ١٣٥/٤)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (م : ٧٢٨ھ) فرماتے ہیں :

فَفِي هٰذَا الْحَدِيْثِ أَنَّهٗ أَمَرَهُمْ بِتَرْكِ الْقِيَامِ الَّذِي هُوَ فَرْضٌ فِي الصَّلَاةِ، وَعُلِّلَ ذٰلِكَ بِأَنَّ قِيَامَ الْمَأْمُوْمِيْنَ مَعَ قُعُوْدِ الْإِمَامِ يُشْبِهُ فِعْلَ فَارِسَ وَّالرُّوْمِ بِعُظَمَائِهِمْ، فِي قِيَامِهِمْ وَهُمْ قُعُوْدٌ، وَمَعْلُوْمٌ أَنَّ الْمَأْمُوْمَ إِنَّمَا نَوٰى أَنْ يَّقُوْمَ لِلّٰهِ لَا لِإِمَامِهٖ، وَهٰذَا تَشْدِيْدٌ عَظِيْمٌ

فِي النَّهْيِ عَنِ الْقِيَامِ لِلرَّجُلِ الْقَاعِدِ، وَنَهْيٌ أَيْضًا عَمَّا يُشْبِهُ ذٰلِكَ، وَإِنْ لَّمْ يَقْصُدْ بِهٖ ذٰلِكَ، وَلِهٰذَا نُهِيَ عَنِ السُّجُوْدِ لِلّٰهِ بَيْنَ يَدَيِ الرَّجُلِ، وَعَنِ الصَّلَاةِ إِلٰى مَا قَدْ عُبِدَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ، كَالنَّارِ وَنَحْوِهَا، وَفِي هٰذَا الْحَدِيْثِ أَيْضًا نَهْيٌ عَمَّا يُشْبِهُ فِعْلَ فَارِسَ وَّالرُّوْمِ، وَإِنْ كَانَتْ نِيَّتُنَا غَيْرَ نِيَّتِهِمْ، لِقَوْلِهٖ : فَلَا تَفْعَلُوْا .

''اس حدیث میں ذکر ہے کہ امام بیٹھا ہوتو مقتدیوں کے لئے بھی بیٹھنا فرض ہے۔کیوں کہ امام کے بیٹھے ہونے کے باوجود مقتدیوں کا کھڑا رہنا فارسیوں اور رومیوں سے مشابہت رکھتا ہے، کیوں کہ وہ اپنے معززین کی تعظیم میں کھڑے ہوتے ہیں اوران کے بادشاہ بیٹھے ہوتے ہیں۔ یہ صرف مشابہت کی وجہ سے ناجائز ہے، کیوں کہ مقتدی صرف اللہ کے لئے کھڑا ہوتا، اس کا قیام امام کے لئے ہوتا ہے۔یہ ممانعت میں مبالغہ ہے، تعظیمی قیام کی مشابہت سے بھی منع کردیا گیا تو خود تعظیمی قیام کتنا قبیح عمل ہوگا۔جیسا کہ اللہ کو سجدہ کرنا ضروری ہے، لیکن اللہ کو سجدہ کرتے وقت ایسی صورت اختیار کرنا ممنوع ہے، جس سے سے کسی بندے کو سجدہ ہونے کا گمان گزرے۔اسی طرح معبودان باطلہ کی طرف منہ کرکے نماز سے روکا گیا ہے، جیسا کہ آگ اوراس جیسی دوسری چیزیں ہیں، چنانچہ اس حدیث میں مذکور فارسیوں اور رومیوں سے مشابہت والے قیام کی ممانعت ہے۔''

(اقتضاء الصّراط المستقيم لمخالفة أصحاب الجحيم : ٢٢٦/١ـ٢٢٧)

✿ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (م:۷۵۱ھ) لکھتے ہیں :

وَحَمْلُ أَحَادِيثِ النَّهْيِ عَنِ الْقِيَامِ عَلٰى مِثْلِ هٰذِهِ الصُّورَةِ مُمْتَنِعٌ، فَإِنَّ سِيَاقَهَا يَدُلُّ عَلٰى خِلَافِهِ، وَأَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْهٰى عَنِ الْقِيَامِ لَهٗ إِذَا خَرَجَ عَلَيْهِمْ، وَلِأَنَّ الْعَرَبَ لَمْ يَكُونُوا يَعْرِفُونَ هٰذَا، وَإِنَّمَا هُوَ مِنْ فِعْلِ فَارِسَ وَّالرُّومِ، وَلِأَنَّ هٰذَا لَا يُقَالُ لَهٗ قِيَامٌ لِلرَّجُلِ، إِنَّمَا هُوَ قِيَامٌ عَلَيْهِم فَفَرْقٌ بَيْنَ الْقِيَامِ لِلشَّخْصِ الْمَنْهِيِّ عَنْهُ، وَالْقِيَامِ عَلَيْهِ الْمُشَبِّهِ لِفِعْلِ فَارِسَ وَّالرُّومِ، وَالْقِيَامُ إِلَيْهِ عِنْدَ قُدُوْمِهِ الَّذِي هُوَ سُنَّةُ الْعَرَبِ، وَأَحَادِيثُ الْجَوَازِ تَدُلُّ عَلَيْهِ فَقَطْ .

''ممانعت والی احادیث کو ایسی صورت پر محمول کرنا ممکن نہیں، کیوں کہ اس حدیث کا سیاق اس کے خلاف ہے، نیز نبی کریم ﷺ تب منع فرماتے، جب آپ ﷺ باہر تشریف لاتے اور عربوں کے ہاں یہ طریقہ معروف نہیں تھا۔ یہ صرف فارسیوں اور رومیوں کا وطیرہ تھا۔ اسے کسی آدمی کے لیے کھڑا ہونا نہیں کہا جائے گا، بلکہ یہ تو کسی آدمی کے پاس کھڑے رہنا ہے۔ لہٰذا کسی بندے کے لیے کھڑے ہونا، جس سے منع کیا گیا ہے، اور فارس وروم کے فعل سے مشابہ قیام، دونوں الگ الگ چیزیں ہیں، جب کہ کسی آدمی کی آمد پر قیام عربوں کا طرزِ عمل ہے اور جو احادیث قیام کو جائز ثابت کرتی ہیں، وہ صرف اسی (دوسرے) قیام کے متعلق ہیں۔'' (تهذيب السّنن : ٩٣/٨)

عمرو بن سائب کی مرسل روایت :

عمرو بن السائب بیان کرتے ہیں کہ انہیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ ایک دن رسول

اللہ ﷺ بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ کے رضاعی والد آ گئے۔ آپ ﷺ نے ان کے لیے اپنی چادر کا بعض حصہ بچھا دیا۔ وہ اس پر بیٹھ گئے۔ پھر آپ ﷺ کی رضاعی والدہ آئیں، تو آپ ﷺ نے چادر کی دوسری جانب ان کے لیے بچھا دی۔ وہ اس پر بیٹھ گئیں۔ پھر آپ ﷺ کے رضاعی بھائی آ گئے۔ نبی اکرم ﷺ نے کھڑے ہو کر ان کو اپنے سامنے بٹھا لیا۔''(سنن أبي داود : ٥١٤٥)

سند مرسل ہونے کی وجہ سے''ضعیف'' ہے۔

سیدہ ام فضل رضی اللہ عنہا سے منسوب جھوٹ :

سیدہ ام فضل رضی اللہ عنہا سے مروی ہے :

أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا رَآهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ إِلَيْهِ فَقَبَّلَ مَا بَيْنَ عَيْنَيْهِ، ثُمَّ أَقْعَدَهُ عَنْ يَّمِينِهِ .

''سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے پاس آئے۔ جب آپ ﷺ نے انہیں آتے دیکھا، تو ان کے استقبال میں کھڑے ہو گئے، پیشانی کو بوسہ دیا اور اپنی دائیں جانب بٹھا لیا۔''(المعجم الكبير للطّبراني : ٢٣٥/١٠، تاريخ بغداد : ٦٣/١)

روایت جھوٹی ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اسے باطل قرار دیا ہے۔

(ميزان الاعتدال : ٩٧/١)

✿ احمد بن رشدین الہلالی کے بارے میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

فَهُوَ الَّذِي اخْتَلَقَهُ بِجَهْلٍ .

''اسی نے اپنی جہالت کی بنا پر اسے گھڑا ہے۔''(میزان الاعتدال : ۹۷/۱)

اسے صرف ابن حبان رحمہ اللہ نے الثقات (۴۰/۸) میں ذکر کیا ہے۔ یہ ان کا تساہل ہے۔

شبہات اور ان کا ازالہ:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام، نبی اکرم ﷺ کی تعظیم میں کھڑے ہو جاتے تھے۔ اس پر انہوں نے مذکورہ دلائل پیش کئے ہیں، ان دلائل کی فنی حیثیت ملاحظہ ہو:

① سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْلِسُ مَعَنَا فِي مَسْجِدٍ يُّحَدِّثُنَا، فَإِذَا قَامَ، قُمْنَا قِيَامًا حَتّٰى نَرَاهُ قَدْ دَّخَلَ بَعْضَ بيُوتِ أَزْوَاجِهِ .

''رسول اللہ ﷺ ہمارے ساتھ مسجد میں بیٹھے باتیں کرتے تھے۔ جب آپ ﷺ کھڑے ہوتے، تو ہم بھی کھڑے ہوجاتے اور اس وقت تک کھڑے رہتے، جب تک آپ ﷺ کو اپنی کسی زوجہ مطہرہ کے گھر میں داخل ہوتا نہ دیکھ لیتے۔''

(سنن أبي داوٗد : ٤٧٧٥، السّنن الكبرٰى للنّسائي : ٤٧٨٠، سنن ابن ماجه مختصرا : ٢٠٩٣، شعب الإيمان للبيهقي : ٨٩٣٠)

یہ حدیث کئی وجہ سے قیامِ تعظیمی کی دلیل نہیں بن سکتی:

① سند ''ضعیف'' ہے۔

❁ ہلال بن ابو ہلال مدنی کے بارے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا أَعْرِفُهٗ . ''میں اسے نہیں پہچانتا۔''(العلل : ١٤٧٦)

❁ امام ابن شاہین رحمہ اللہ بھی فرماتے ہیں:

لَا أَعْرِفُهُ . ''میں اسے نہیں جانتا۔'' (الثّقات : ۱۲٤٥)

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

لَا يُعْرَفُ . ''یہ غیر معروف ہے۔'' (میزان الاعتدال : ٣١٧/٤)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے ''مقبول'' (مستور الحال) کہا ہے۔

(تقریب التّہذیب : ۷۳۵۱)

صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اسے ''الثقات'' (۵۰۳/۵) میں ذکر کیا ہے، لہٰذا یہ ''مجہول الحال'' راوی ہے۔

② حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (م:۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

وَالَّذِي يَظْهَرُ لِي فِي الْجَوَابِ أَنْ يُّقَالَ : لَعَلَّ سَبَبَ تَأْخِيرِهِمْ حَتّٰى يَدْخُلَ لِمَا يَحْتَمِلُ عِنْدَهُمْ مِّنْ أَمْرٍ يَّحْدُثُ لَهٗ حَتّٰى لَا يَحْتَاجَ إِذَا تَفَرَّقُوا أَنْ يَّتَكَلَّفَ اسْتِدْعَائَهُمْ، ثُمَّ رَاجَعْتُ سَنَنَ أَبِي دَاوُدَ، فَوَجَدْتُّ فِي آخِرِ الْحَدِيثِ مَا يُؤَيِّدُ مَا قُلْتُهٗ، وَهُوَ قِصَّةُ الْأَعْرَابِيِّ الَّذِي جَبَذَ رِدَائَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَدَعَا رَجُلًا فَأَمَرَهٗ أَنْ يَّحْمِلَ لَهٗ عَلٰى بَعِيرِهٖ تَمْرًا وَّشَعِيرًا، وَفِي آخِرِهٖ، ثُمَّ الْتَفَتَ إِلَيْنَا، فَقَالَ : انْصَرِفُوا رَحِمَكُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى .

''میرے خیال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں داخل ہونے تک صحابہ کرام کرام شاید اس لئے کھڑے رہتے ہوں کہ مبادا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم سے کوئی

کام پڑ جائے اور انہیں ہمیں بلانے کے مزید زحمت اٹھانی پڑے۔ پھر میں نے سنن ابی داود کی طرف رجوع کیا، تو اس حدیث کے آخر میں وہ الفاظ مل گئے، جو میری بات کی تائید کرتے ہیں۔ یہ ایک اعرابی کا واقعہ ہے، اس نے نبی ﷺ کی چادر مبارک کو کھینچا۔ آپ ﷺ نے ایک آدمی کو بلایا اور حکم فرمایا کہ وہ اس اعرابی کے اونٹ پر کھجور اور جو لاد دے، اس حدیث کے آخر میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اللہ آپ لوگوں پر رحم کرے، اب آپ جاسکتے ہیں۔''

(فتح الباري شرح صحيح البخاري : ١١/٥٢۔ ٥٣)

③ ملا علی قاری حنفی (م:١٠١٤ھ) لکھتے ہیں:

وَلَعَلَّهُمْ كَانُوا يَنْتَظِرُونَ رَجَاءَ أَنْ يَظْهَرَ لَهُ حَاجَةٌ إِلٰى أَحَدٍ مِّنْهُمْ، أَوْ يَعْرِضَ لَهُ رُجُوعٌ إِلَى الْجُلُوسِ مَعَهُمْ، فَإِذَا أَيِسُوا؛ تَفَرَّقُوا، وَلَمْ يَقْعُدُوا لِعَدَمِ حَلَاوَةِ الْجُلُوسِ بَعْدَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ.

''شاید کہ وہ اس امید سے انتظار کرتے تھے کہ نبی اکرم ﷺ کو ان میں سے کسی سے کوئی کام پڑ جائے یا آپ کا ان کی طرف دوبارہ آنے کا ارادہ بن جائے۔ جب وہ وہ سمجھتے کہ اب نبی کریم ﷺ نہیں آئیں گے یا نہیں بلائیں گے تو چلے جاتے۔ آپ کے بعد مجلس کا لطف باقی نہیں رہتا تھا۔''

(مرقاة المفاتيح : ١٣/٤٨٨)

لہٰذا اس سے یہ استدلال درست نہ ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نبی کریم ﷺ کی تعظیم میں کھڑے ہوتے تھے، پھر یہ تو غلط در غلط ہے کہ اس بات کو بنیاد بنا کر کوئی درودھ پڑھتے

ہوئے تعظیماً کھڑا ہونے لگے۔

② سیدنا ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

لَمَّا قَدِمَ جَعْفَرٌ مِّنْ هِجْرَةِ الْحَبَشَةِ؛ تَلَقَّاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَانَقَهُ، وَقَبَّلَ مَا بَيْنَ عَيْنَيْهِ، وَقَالَ : مَا أَدْرِي بِأَيِّهِمَا أَنَا أَسُرُّ؛ بِفَتْحِ خَيْبَرَ أَوْ بِقُدُومِ جَعْفَرٍ؟

''جب جعفر رضی اللہ عنہ ہجرت حبشہ سے واپس آئے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا استقبال کیا، ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور فرمایا: مجھے معلوم نہیں کہ دو چیزوں میں زیادہ خوشی مجھے کس بات کی ہے، فتح خیبر کی یا جعفر کی آمد کی؟''

(المعجم الكبير : ١٠٨/٢؛ المعجم الأوسط : ٢٠٠٣؛ المعجم الصغير للطبراني : ٣٠)

سند ''ضعیف'' ہے۔

❀ احمد بن خالد حرانی کے بارے امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعِيفٌ، لَيْسَ بِشَيْءٍ، مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَثْنٰى عَلَيْهِ .

''ضعیف ہے۔ کسی کام کا نہیں۔ میں نے کسی کو اس کی تعریف کرتے نہیں دیکھا۔''

(سؤالات حمزة السّهمي للدّارقطني، ص : ١٤٨)

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَاهٍ . ''یہ کمزور راوی ہے۔'' (المغني : ٦٥/١)

❀ اس کے متابع انس بن سلم کے بارے میں حافظ ہیثمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَلَمْ أَعْرِفْهُ . ''میں اسے پہچان نہیں سکا۔'' (مجمع الزوائد : ٢٧١/٩)

اس کی متابعت عثمان بن محمد بن عثمان نے بھی کی ہے۔

(تاریخ بغداد للخطیب : ۲۹۲/۱۱)

اس کے بارے میں بھی تعدیل وتوثیق کا کوئی قول ثابت نہیں۔ لہٰذا یہ روایت بھی ''ضعیف'' ہے۔

③ عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے:

فَلَمَّا بَلَغَ بَابَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَبْشَرَ، وَوَثَبَ لَهٗ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمًا عَلٰى رِجْلَيْهِ، فَرَحًا بِقُدُومِهٖ .

''جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر پہنچے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور آنے کی خوشی میں ان کے لیے جلدی سے اپنے پاؤں پر کھڑے ہو گئے۔''

(المغازي للواقدي : ۸۵۰/۲۔ ۸۵۳، المستدرك للحاكم : ۲٦۹/۳)

جھوٹ کا پلندہ ہے۔ محمد بن عمر واقدی جمہور محدثین کرام کے نزدیک ''ضعیف'' اور ''متروک'' ہے۔ نیز اس کا استاذ ابوبکر بن عبداللہ بن ابوسبرہ ''وضّاع'' (جھوٹی حدیثیں گھڑنے والا) اور کذاب (جھوٹا) ہے۔

❀ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: يَضَعُ الْحَدِيثَ .

''یہ حدیثیں گھڑتا تھا۔'' (الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : ۳۰٦/۷)

④ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ مدینہ آئے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میری قیام گاہ میں تشریف فرما تھے۔ انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا:

فَقَامَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرْيَانًا يَّجُرُّ ثَوْبَهٗ، وَاللّٰهِ، مَا رَأَيْتُهٗ عُرْيَانًا قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ، فَاعْتَنَقَهٗ وَقَبَّلَهٗ .

''رسول ﷺ ان کی طرف مکمل لباس کے بغیر اپنے کپڑے کو سنبھالتے ہوئے کھڑے ہوئے۔ اللہ کی قسم! میں نے اس سے پہلے اور بعد کبھی آپ ﷺ کو مکمل لباس کے بغیر کسی سے ملتے نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ نے ان سے معانقہ کیا اور انہیں بوسہ دیا۔''

(سنن التّرمذي : ٢٧٣٢، وقال : حسنٌ، شرح معاني الآثار للطّحاوي : ٩٢/٤)

سخت ترین ''ضعیف'' ہے۔

① ابراہیم بن یحییٰ بن محمد شجری ''لین الحدیث'' ہے۔

(تقریب التّهذیب لابن حجر : ٢٦٨)

② یحییٰ بن محمد بن عباد مدنی شجری بھی ''ضعیف'' ہے۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

وَكَانَ ضَرِيرًا يَتَلَقَّنُ .

''یہ نابینا تھا اور تلقین قبول کرتا تھا۔'' (تقریب التّهذیب : ٧٦٣٧)

③ محمد بن اسحاق رحمہ اللہ مدنی ''مدلس'' ہیں۔

④ امام زہری رحمہ اللہ بھی مدلس ہیں۔

دونوں نے سماع کی تصریح نہیں کی، لہٰذا روایت ''ضعیف'' ہے۔

تاریخ ابن عساکر (۳۶۰/۱۹) کی سند میں محمد بن عمر واقدی ''متروک'' ہے۔

⑤ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک مسئلہ بتایا:

فَقُمْتُ إِلَيْهِ، فَقُلْتُ لَهُ : بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي، أَنْتَ أَحَقُّ بِهَا .

''میں آپ رضی اللہ عنہ کی طرف کھڑا ہوا اور ان سے عرض کی : میرے ماں باپ آپ

پر قربان ہوں! آپ اس کے زیادہ حق دار ہیں۔''

(مسند الإمام أحمد : ٦/١، مسند البزّار : ٤، مسند أبي یعلٰی : ٢٤)

سند ''رجل مبہم'' کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے۔

⑥ سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو جب نبی اکرم ﷺ نے بلا وا بھیجا، تو وہ گدھے پر سوار ہو کر آئے، جب وہ مسجد کے قریب پہنچے، تو آپ ﷺ نے انصار سے فرمایا:

قُومُوا إِلٰی سَیِّدِکُمْ . ''اپنے سردار کی طرف اُٹھیں!''

(صحیح البخاري : ٩٢٦/٢، ح : ٦٢٦٢، صحیح مسلم : ٩٥/٢، ح : ١٧٦٨)

اس کا یہ مطلب نہیں کہ اپنے سردار کی تعظیم میں کھڑے ہو جاؤ، بلکہ مطلب یہ تھا کہ کھڑے ہو کر ان کو سواری سے اتارو، کیوں کہ اس وقت وہ زخمی تھے۔ اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا:

قُومُوا إِلٰی سَیِّدِکُمْ فَأَنْزِلُوهُ، فَقَالَ عُمَرُ : سَیِّدُنَا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ، قَالَ : أَنْزِلُوهُ، فَأَنْزَلُوهُ .

''اپنے سردار کی طرف لپکیں اور سواری سے نیچے اُتاریں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ہمارا سردار اللہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: سعد کو نیچے اُتاریں، تو صحابہ کرام نے انہیں نیچے اُتار دیا۔'' (مسند الإمام أحمد : ١٤١/٦۔١٤٢، وسندہٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (٧٠٢٨) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''حسن'' قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:

وَهٰذِهِ الزِّیَادَةُ تَخْدُشُ فِي الْاِسْتِدْلَالِ بِقِصَّةِ سَعْدٍ عَلٰی مَشْرُوعِیَّةِ الْقِیَامِ الْمُتَنَازَعِ فِیهِ .

''یہ زائد الفاظ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کے واقعے سے متنازع فیہ (تعظیمی) قیام پر استدلال کو باطل قرار دیتے ہیں۔''(فتح الباري : ۱۱/۵۱)

❁ امام مسلم رحمہ اللہ (م : ۲۶۱ھ) فرماتے ہیں:

لَا أَعْلَمُ فِي قِيَامِ الرَّجُلِ لِلرَّجُلِ حَدِيثًا أَصَحَّ مِنْ هٰذَا، وَهٰذَا الْقِيَامُ عَلٰى وَجْهِ الْبِرِّ لَا عَلٰى وَجْهِ التَّعْظِيمِ، أَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَنْصَارَ أَنْ يَّقُومُوا إِلٰى سَيِّدِهِمْ .

''میرے مطابق تعظیمی قیام کے متعلق یہ حدیث سب سے زیادہ صحیح ہے۔البتہ اس قیام سے مراد بہ طور خوش خلقی کے کھڑا ہونا ہے، بہ طور تعظیم نہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصاریوں کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے سردار کی طرف لپکیں۔''

(المَدخل إلى السّنن للبيهقي : ۷۰۸، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام بیہقی رحمہ اللہ (م : ۴۵۸ھ) فرماتے ہیں:

وَهٰذَا الْقِيَامُ يَكُونُ عَلٰى وَجْهِ الْبِرِّ وَالْإِكْرَامِ، كَمَا كَانَ قِيَامُ الْأَنْصَارِ لِسَعْدٍ، وَقِيَامُ طَلْحَةَ لِكَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، وَلَا يَنْبَغِي لِلَّذِي يُقَامُ لَهٗ أَنْ يُّرِيدَ ذٰلِكَ مِنْ صَاحِبِهٖ، حَتّٰى إِنْ لَّمْ يَفْعَلْ حَنِقَ عَلَيْهِ، أَوْ شَكَاهُ، أَوْ عَاتَبَهٗ .

''اس قیام سے مراد حسن سلوک اور بطور عزت کھڑے ہونا ہے، جیسا کہ انصاریوں کا سیدنا سعد رضی اللہ عنہ اور سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کا سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے لیے کھڑا ہونا ثابت ہے۔البتہ جو آدمی اپنے لیے کسی کے کھڑے ہونے کو پسند کرے اور جو اس کے لیے کھڑا نہ ہو، اس پر غصے اور شکایت کے ساتھ ساتھ

برہمی کا اظہار کرے، اس کے لیے کھڑا ہونا درست نہیں ہے۔‘‘

(شعب الإيمان: ۲۷۷/۱۱)

۞ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ (م:۱۱۷۶ھ) لکھتے ہیں:

وَعِنْدِي أَنَّهٗ لَا اخْتِلَافَ فِيهَا فِي الْحَقِيقَةِ، فَإِنَّ الْمعَانِيَ الَّتِي يَدُوْرُ عَلَيْهَا الْأَمْرُ وَالنَّهْيُ مُخْتَلِفَةٌ، فَإِنَّ الْعَجَمَ كَانَ مِنْ أَمْرِهِمْ أَنْ تَقُوْمَ الْخَدَمُ بَيْنَ أَيْدِي سَادَتِهِمْ، وَالرَّعِيَّةُ بَيْنَ أَيْدِي مُلُوْكِهِمْ، وَهُوَ مِنْ إِفْرَاطِهِمْ فِي التَّعْظِيْمِ، حَتّٰى كَادَ يَتَأَخَّمُ الشِّرْكَ، فَنُهُوْا عَنْهُ، وَإِلٰى هٰذَا وَقَعَتِ الْإِشَارَةُ فِي قَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَام: كَمَا يَقُوْمُ الْأَعَاجِمُ.

’’میں سمجھتا ہوں کہ ان احادیث اور روایات میں درحقیقت کچھ بھی اختلاف نہیں، کیونکہ جن معانی اور مقاصد پر امر اور نہی کا انحصار ہے، وہ مختلف ہیں۔ چنانچہ عجمیوں کا یہ دستور تھا کہ خدام اپنے آقاؤں کے سامنے اور رعیت کے لوگ بادشاہ کے سامنے (بیٹھتے نہیں تھے، بلکہ دست بست) کھڑے رہتے تھے۔ ایسا کرنا تعظیم میں افراط تھا اور شرک کے ساتھ اس کے تانے بانے مل جاتے تھے۔ لہٰذا اس قسم کے قیام سے صحابہ کرام کو روک دیا گیا۔ اسی بات کی طرف آپ ﷺ کے اس فرمان میں اشارہ موجود ہے کہ عجمیوں کی مانند کھڑے نہ ہو جائیں۔‘‘

(حُجّة اللّٰه البالغة: ۳۰۶/۲)

۞ علامہ شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ (م:۱۳۲۹ھ) لکھتے ہیں:

قَدْ أَوْرَدَ الْمُؤَلِّفُ فِي هٰذَا الْبَابِ حَدِيثَيْنِ دَالَّيْنِ عَلٰى جَوَازِ الْقِيَامِ، ثُمَّ تَرْجَمَ بَعْدَ عِدَّةِ أَبْوَابٍ بِلَفْظِ : بَابُ الرَّجُلِ يَقُومُ لِلرَّجُلِ يُعَظِّمُهُ بِذٰلِكَ، وَأَوْرَدَ فِيهِ حَدِيثَيْنِ يَدُلَّانِ عَلَى النَّهْيِ عَنِ الْقِيَامِ، فَكَأَنَّهُ أَرَادَ بِصَنِيعِهِ هٰذَا الْجَمْعَ بَيْنَ الْأَحَادِيثِ الْمُخْتَلِفَةِ فِي جَوَازِ الْقِيَامِ وَعَدَمِهِ، بِأَنَّ الْقِيَامَ إِذَا كَانَ لِلتَّعْظِيمِ مِثْلَ صَنِيعِ الْأَعَاجِمِ؛ فَهُوَ مَنْهِيٌّ عَنْهُ، وَإِذَا كَانَ لِأَجْلِ الْعِلْمِ، وَالْفَضْلِ، وَالصَّلَاحِ، وَالشَّرَفِ، وَالْوُدِّ، وَالْمَحَبَّةِ؛ فَهُوَ جَائِزٌ .

''مصنف (امام ابو داوَد رحمہ اللہ) اس باب کے تحت دو احادیث لائے ہیں، یہ قیام کے جواز پر دلالت کرتی ہیں، پھر کئی ایک ابواب کے بعد بایں الفاظ باب قائم کیا ہے: 'آدمی کی تعظیم کے لیے کھڑے ہونے کا بیان' اور اس میں بھی دو حدیثیں نقل کی ہیں، جن اس قیام کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ گویا اس طرزِ عمل سے امام صاحب قیام کے جواز اور عدمِ جواز کے متعلق مختلف احادیث میں جمع و تطبیق کی یہ صورت بیان کرنا چاہتے ہیں کہ جب قیام تعظیم کی خاطر ہو، جیسا کہ عجمی لوگ کرتے ہیں، تو یہ منع ہے اور جب قیام علم وفضل، نیکی وشرف اور الفت و محبت کی وجہ سے ہو، تو جائز ہے۔'' (عون المعبود : ١٤/٨٤)

۞ علامہ غزالی رحمہ اللہ (م: ۵۰۵ھ) لکھتے ہیں:

وَالْقِيَامُ مَكْرُوْهٌ عَلٰى سَبِيْلِ الْإِعْظَامِ، لَا عَلٰى سَبِيْلِ الْإِكْرَامِ .

''تعظیم کی نیت سے کھڑا ہونا مکروہ ہے، نہ کہ بطور اکرام واحترام۔''

(إحياء علوم الدّين : ٢/٢٠٥)

۞ **حافظ نووی رحمہ اللہ (م:٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:**

وَأَمَّا إِكْرَامُ الدَّاخِلِ بِالْقِيَامِ؛ فَالَّذِي نَخْتَارُهُ أَنَّهُ مُسْتَحَبٌّ لِّمَنْ كَانَ فِيْهِ فَضِيْلَةٌ ظَاهِرَةٌ مِّنْ عِلْمٍ أَوْ صَلَاحٍ أَوْ شَرْفٍ أَوْ وَلَايَةٍ مَّصْحُوْبَةٍ بِصِيَانَةٍ، أَوْلَهٗ وِلَادَةٌ أَوْ رَحْمٌ مَّعَ سِنٍّ وَّنَحْوِ ذٰلِكَ، وَيَكُوْنُ هٰذَا الْقِيَامُ لِلْبِرِّ وَالْإِكْرَامِ وَالْاِحْتِرَامِ، لَا لِلرِّيَاءِ وَالْإِعْظَامِ، وَعَلٰى هٰذَا الَّذِي اخْتَرْنَاهُ؛ اسْتَمَرَّ عَمَلُ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ .

''تعظیمی قیام سے متعلق ہمارا مختار مسلک یہ ہے کہ اس میں بظاہر فضل و کمال ہو، مثلاً وہ علم و معرفت، صلاح و تقویٰ، عزت و شرف، پرہیز گاری پر مبنی ولایت و جاہ، عمر کی درازی و کبرسنی اور رشتہ داری و قرابت وغیرہ ہو، تو اس کی وجہ سے ایسا کرنا مستحب ہے، بشرطیکہ اس کا کھڑا ہونا بروصلہ اور احترام و اکرام کی وجہ سے ہو، نہ کہ دکھاوے یا تعظیم کے طور پر۔ ہمارے اسی اختیار کردہ مسلک کے مطابق ہی خلف و سلف کا عمل رہا ہے۔''(الأذكار، ص ٢٦٨)

۞ **علامہ ابن الحاج رحمہ اللہ (م:٧٣٧ھ) اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:**

لَوْ كَانَ الْقِيَامُ الْمَأْمُورُ بِهِ لِسَعْدٍ هُوَ الْمُتَنَازَعُ فِيهِ؛ لَمَا خُصَّ بِهِ الْأَنْصَارُ، فَإِنَّ الْأَصْلَ فِي أَفْعَالِ الْقُرْبِ التَّعْمِيمُ، وَلَوْ كَانَ الْقِيَامُ لِسَعْدٍ عَلٰى سَبِيلِ الْبِرِّ وَالْإِكْرَامِ؛ لَكَانَ هُوَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلَ مَنْ فَعَلَهٗ، وَأَمَرَ بِهِ مَنْ حَضَرَ مِنْ أَكَابِرِ الصَّحَابَةِ، فَلَمَّا لَمْ يَأْمُرْ

بِهٖ، وَلَا فَعَلَهٗ، وَلَا فَعَلُوهُ؛ دَلَّ ذٰلِكَ عَلٰى أَنَّ الْأَمْرَ بِالْقِيَامِ لِغَيْرِ مَا وَقَعَ فِيهِ النِّزَاعُ، وَإِنَّمَا هُوَ لِيُنْزِلُوهُ عَنْ دَابَّتِهٖ لِمَا كَانَ فِيهِ مِنَ الْمَرَضِ، كَمَا جَاءَ فِي بَعْضِ الرِّوَايَاتِ، وَلِأَنَّ عَادَةَ الْعَرَبِ أَنَّ الْقَبِيلَةَ تَخْدُمُ كَبِيرَهَا، فَلِذٰلِكَ خُصَّ الْأَنْصَارُ بِذٰلِكَ دُونَ الْمُهَاجِرِينَ، مَعَ أَنَّ الْمُرَادَ بَعْضُ الْأَنْصَارِ لَا كُلُّهُمْ، وَهُمُ الْأَوْسُ مِنْهُمْ، لِأَنَّ سَعْدَ بْنَ مُعَاذٍ كَانَ سَيِّدَهُمْ دُونَ الْخَزْرَجِ، وَعَلٰى تَقْدِيرِ تَسْلِيمِ أَنَّ الْقِيَامَ الْمَأْمُورَ بِهٖ حِينَئِذٍ لَّمْ يَكُنْ لِّلْإِعَانَةِ؛ فَلَيْسَ هُوَ الْمُتَنَازَعُ فِيهِ، بَلْ لِأَنَّهٗ غَائِبٌ قَدِمَ، وَالْقِيَامُ لِلْغَائِبِ إِذَا قَدِمَ؛ مَشْرُوعٌ.

''اگر سعد رضی اللہ عنہ کے لیے قیام کے حکم سے مراد متنازع فیہ (تعظیمی) قیام ہوتا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس حکم میں انصار کو خاص نہ کرتے، کیوں کہ نیکی کے کاموں میں اصل عموم ہوتا ہے (یعنی وہ سب کے لیے مشترک ہوتے ہیں)۔ اگر سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کے لیے کھڑا ہونا عزت اور نیکی کے لیے ہوتا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے ایسا خود کرتے اور وہاں موجود اکابر صحابہ کو اس کا حکم دیتے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اکابر صحابہ کو حکم نہیں دیا، نہ خود ایسا کیا ہے، نہ ہی صحابہ کرام نے قیام کیا، تو معلوم ہوا کہ قیام کا یہ حکم اس مقصد کے لیے نہیں تھا، جس میں نزاع ہے (تعظیمی نہیں تھا)۔ یہ حکم تو صرف سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کو سواری سے اُتارنے کے لیے تھا، کیوں کہ وہ اس وقت بیمار تھے، جیسا کہ بعض روایات میں یہ بات مذکور ہے۔ نیز عربوں کی یہ عادت بھی تھی کہ پورا قبیلہ اپنے بڑے کی خدمت کرتا تھا۔

یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے یہ حکم صرف انصار کو دیا تھا، مہاجرین کو نہیں۔ پھر اس سے مراد سارے انصار بھی نہیں، بلکہ بعض انصار، یعنی قبیلہ اوس کے لوگ تھے، کیوں کہ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ اوس کے ہی سردار تھے، خزرج کے نہیں۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ اس وقت قیام کا حکم سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کو سواری سے اُتارنے میں مدد کرنے کے لیے نہیں تھا، تو بھی یہ قیام متنازع فیہ (تعظیمی) نہیں ہوسکتا، کیوں کہ یہ قیام ایک غائب کے آنے کی وجہ سے تھا اور کسی آنے والے کے لئے کھڑا ہونا شرعاً جائز ہے۔'' (فتح الباري: ٥١/١١)

اگر کوئی اس قیام کو اکرام پر محمول کرے، تو یہ بھی ہمارے نزدیک مشروع ہے۔

۞ امام حماد بن زید رحمہ اللہ (م:١٧٩ھ) کہتے ہیں:

كُنَّا عِنْدَ أَيُّوبَ، فَجَاءَ يُونُسُ، فَقَال حَمَّادٌ : قُومُوا لِسَيِّدِكُمْ، أَوْ قَالَ : لِسَيِّدِنَا .

''ہم ایوب سختیانی رحمہ اللہ کے پاس تھے۔ امام یونس رحمہ اللہ آئے، تو حماد رحمہ اللہ نے فرمایا: اپنے یا ہمارے سردار کے لیے کھڑے ہو جائیں۔''

(الجامع لأخلاق الرّاوي للخطيب: ٣٠٢، وسندهٗ حسنٌ)

۞ سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

فَقَامَ إِلَيَّ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ يُهَرْوِلُ حَتّٰى صَافَحَنِي وَهَنَّأَنِي، وَاللّٰهِ، مَا قَامَ إِلَيَّ رَجُلٌ مِّنَ الْمُهَاجِرِينَ غَيْرُهٗ .

''میری طرف سیدنا طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے کھڑے ہوئے، انہوں

نے مجھ سے مصافحہ کیا اور مجھے مبارکباد دی۔ اللہ کی قسم! میری طرف ان کے علاوہ مہاجرین میں سے کوئی آدمی کھڑا نہیں ہوا۔''

(صحيح البخاري : ٦٣٦/٢، ح : ٤٤١٨، صحيح مسلم : ٣٦٢/٢، ح : ٢٧٦٩)

الغرض! یہ استقبال کی غرض سے قیام تھا جو کہ جائز ومباح ہے۔

جنازہ کے لیے کھڑا ہونا:

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے پوچھا کہ کافر کے جنازے کے لیے کھڑے ہوں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

نَعَمْ، قُومُوا لَهَا، فَإِنَّكُمْ لَسْتُمْ تَقُومُونَ لَهَا، إِنَّمَا تَقُومُونَ إِعْظَامًا لِّلَّذِي يَقْبِضُ النُّفُوسَ .

''ہاں! آپ اس کو دیکھ کر کھڑے ہوا کریں، کیوں کہ آپ اس میت کی تعظیم میں کھڑے نہیں ہوتے، بلکہ اس ذات کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوتے ہو، جو روحوں کو قبض کرتی ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : ١٦٨/٢، مسند عبد بن حميد : ١٣٤٠، المعجم الكبير للطّبراني : ١٧/١٣، ح : ٤٧، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۳۰۳۵)، امام حاکم رحمہ اللہ (۱/ ۳۵۷) نے صحیح کہا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

❁ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: رِجَالُ أَحْمَدَ ثِقَاتٌ .

''(اس روایت میں) مسند احمد کے راوی ثقہ ہیں۔'' (مجمع الزّوائد : ٢٧/٣)

علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔

(نخب الأفكار في تنقيح مباني الأخبار في شرح معاني الآثار : ٧/٢٧٥)

ربیعہ بن سیف معافری جمہور کے نزدیک ''حسن الحدیث'' ہے۔

❀ امام طبرانی رحمہ اللہ کے الفاظ یہ ہیں :

إِنَّمَا تَقُومُونَ لِمَنْ مَّعَهَا مِنَ الْمَلَائِكَةِ .

''آپ تو ان کے ساتھ موجود فرشتوں کی وجہ سے کھڑے ہوتے ہیں۔''

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

مُرَّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجَنَازَةٍ، فَقَامَ وَقَالَ : قُومُوا؛ فَإِنَّ لِلْمَوْتِ فَزَعًا .

''ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے جنازہ گزرا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے، فرمایا: کھڑے ہو جائیں، کیوں کہ موت کی ایک گھبراہٹ ہوتی ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : ٢/٢٨٧، سنن ابن ماجه : ١٥٤٣، وسندهٗ حسنٌ)

حافظ ہیثمی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔(مجمع الزّوائد : ٣/٢٧)

❀ حافظ بوصیری رحمہ اللہ کہتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ صَحِيْحٌ، رِجَالُهٗ ثِقَاتٌ .

''یہ سند صحیح اور راوی ثقہ ہیں۔''(مصباح الزّجاجة : ٢/٣٧، ح : ٥٥٦)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (م:۸۵۲ھ) ان احادیث میں تطبیق دیتے ہیں :

لِأَنَّ الْقِيَامَ لِلْفَزَعِ مِنَ الْمَوْتِ فِيهِ تَعْظِيمٌ لِّأَمْرِ اللّٰهِ، وَتَعْظِيمٌ

لِّلْقَائِمِينَ بِأَمْرِهِ فِي ذٰلِكَ، وَهُمُ الْمَلَائِكَةُ .

''موت کی سختی کی وجہ سے کھڑا ہونا دراصل اللہ تعالیٰ کے امر اور ان فرشتوں کی تعظیم ہے، جو اللہ تعالیٰ کے مامور کردہ ہیں۔'' (فتح الباري : ۱۸۰/۳)

یاد رہے کہ جنازہ کو دیکھ کر کھڑا ہونا جائز اور مستحب ہے۔ اس کا وجوب منسوخ ہو چکا ہے، جب کہ استحباب باقی ہے۔

قارئین کرام! اب ہم دوبارہ تعظیمی قیام کی طرف آتے ہیں۔ یہ تو آپ نے جان لیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے ذکر پر یا درود پڑھنے کے لیے یا ذکرِ میلاد پر کھڑا ہونا کسی وضعی اور من گھڑت روایت سے بھی ثابت نہیں۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہیے کہ قرآن وحدیث میں اس کا قطعاً کوئی ثبوت نہیں، لہٰذا یہ بدعت ہے۔

سلف صالحین کا قیام!:

❁ مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب (م: ۱۳۹۱ھ) لکھتے ہیں:

''ان (نبی ﷺ) کے ذکر پر کھڑا ہونا سنت سلف صالحین ہے۔'' (''جاء الحق'': ۲۵۲/۱)

یہ سلف کی عجیب سنت ہے کہ کسی صحابی، تابعی یا تبع تابعی، حتی کہ امام ابوحنیفہ اور شیخ عبدالقادر جیلانی سے بھی قطعاً اس کا ثبوت نہیں ملتا۔ اس پہ ہم کیا تبصرہ کریں؟

❁ مفتی صاحب مزید لکھتے ہیں:

''ولادت پاک کے وقت ملائکہ درِ دولت پر کھڑے ہوئے تھے۔ اس لیے ولادت کے ذکر پر کھڑا ہونا فعل ملائکہ سے مشابہ ہے۔'' (''جاء الحق'': ۲۵۳/۱)

یہ بے اصل اور بے ثبوت ہے۔ فرشتوں سے ہماری ملاقات ممکن نہیں اور روایت

اس پر کوئی ملتی نہیں، مفتی صاحب کو جانے کیسے علم ہو گیا؟

۞ مزید لکھتے ہیں:

''حضور علیہ السلام نے اپنے اوصاف اور اپنا نسب شریف منبر پر کھڑے ہو کر بیان فرمایا تو اس قیام کی اصل مل گئی۔'' (''جاء الحق'': جلد ۱ ص ۲۵۳)

یہ روایت مسند احمد (۱/۲۱۰) اور سنن ترمذی (۳۶۰۸، وقال: حسن صحیح) میں موجود ہے۔ اس کی سند ''ضعیف'' ہے۔ یزید بن ابی زیاد جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' ہے۔

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (م: ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

ضَعِيفٌ، كَبِرَ، فَتَغَيَّرَ، صَارَ يَتَلَقَّنُ، وَكَانَ شِيعِيًّا .

''یہ ضعیف راوی تھا۔ بوڑھا ہو کر اس کا حافظہ خراب ہو گیا تھا اور یہ لوگوں کی باتوں میں آنے لگا تھا، نیز شیعہ تھا۔'' (تقریب التّهذيب : ۷۷۱۷)

۞ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَقَدْ ضَعَّفَهُ جُمْهُورُ الْأَئِمَّةِ .

''اسے جمہور ائمہ نے ضعیف کہا ہے۔'' (مجمع الزّوائد : ٥٦/٥-٥٧)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَالْجُمْهُورُ عَلٰى تَضْعِيفِ حَدِيثِهِ .

''جمہور اس کی حدیث کو ضعیف کہتے ہیں۔'' (هُدى السّاري، ص ٤٥٩)

۞ علامہ بوصیری کہتے ہیں:

أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ فِي الْمُتَابَعَاتِ، ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ .

''امام مسلم رحمہ اللہ نے اس کی حدیث متابعات میں بیان کی ہے۔ جمہور اسے

ضعیف قرار دیتے ہیں۔''(زوائد ابن ماجه : ۷۰۵)

اس میں سفیان ثوری رحمہ اللہ کی ''تدلیس'' بھی ہے۔ لہٰذا یہ روایت ضعیف ہوئی، تو اس پر قائم استدلال کیا ہوا؟

مفتی صاحب لکھتے ہیں :

''شریعت نے اس کو منع نہ کیا اور ہر ملک کے عام مسلمان اس کو ثواب سمجھ کر کرتے ہیں اور جس کام کو مسلمان اچھا جانیں، وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔''

(''جاء الحق'':۱/۲۵۳)

شرعی احکام میں اللہ اور اس کے رسول کا اذن واجازت ضروری ہوتی ہے۔ کیا صحابہ کرام، تابعین اور ائمہ عظام کا اس پر عمل ہے؟ کیا وہ بھی اسے اچھا سمجھتے تھے؟ اگر جواب ہاں میں ہے، تو یہ عمل اللہ کے ہاں بھی اچھا ہوگا، لیکن اگر جواب نفی میں ہے، تو اس کے بدعت سیئہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

اللہ ربّ العزت اس بات کو یوں بیان کرتے ہیں :

﴿اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا﴾(فاطر : ۸)

''کیا جس کے لیے اس کا برا عمل (بدعت) مزین کر دیا جاتا ہے اور وہ اسے اچھا سمجھنے لگتا ہے۔''

قاعدہ یاد رہے کہ اولاً تو بدعات عمومی دلائل کے تحت آتی نہیں۔ دوسرے یہ کہ اس طریقہ سے سلف صالحین کے بارے میں بدگمانی پیدا ہوتی ہے کہ وہ تو ان دلائل سے وہ کچھ نہ سمجھ پائے، جن سے آج کے لوگوں نے دین کشید کر لیا ہے۔

نئی دریافت:

ایک صاحب کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ پر درود وسلام کھڑے ہوکر پڑھنا انبیائے کرام کی سنت ہے، جیسا کہ

① سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنا سفرِ معراج بیان کرتے ہوئے فرمایا:

مَرَرْتُ عَلٰى مُوسٰى، وَهُوَ يُصَلِّي فِي قَبْرِهٖ .

''میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا، تو وہ قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔''

(صحیح مسلم: ٢/٢٦٨، ح: ٢٣٧٥)

❀ اسی طرح نبی اکرم ﷺ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں بھی فرمایا:

وَإِذَا إِبْرَاهِيمُ قَائِمٌ يُّصَلِّي .

''ابراہیم علیہ السلام کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔'' (صحیح مسلم: ١٧٢)

❀ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

وَإِذَا عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ قَائِمٌ يُّصَلِّي .

''عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔'' (صحیح مسلم: ١٧٢)

ان صاحب کا کہنا ہے کہ لفظ صلوٰۃ کا معنی یہاں نماز نہیں، بلکہ درود وسلام پڑھنا ہے، کیونکہ صلوٰۃ کا لفظ صرف نماز کے لیے ہی استعمال نہیں ہوتا، بلکہ رحمت بھیجنا، تعریف کرنا اور درود وسلام پڑھنے جیسے معانی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

بے شک لفظ صلوٰۃ کے کئی معانی ہیں، لیکن مذکورہ بالا احادیث میں درود وسلام کا معنی

کرنا عربیت سے عدم واقفیت کا ثبوت، حدیث کی معنوی تحریف اورسلف صالحین کی مخالفت ہے۔

یہاں صلوٰۃ کا لفظ درود وسلام کے معنی میں ہو ہی نہیں سکتا، کیوں کہ

① سلف صالحین میں سے کسی نے بھی یہ معنی ومفہوم بیان نہیں کیا۔

② صلوٰۃ کا لفظ اسی وقت درودوسلام کے معنی میں ہوگا، جب اس کے بعد ''علیٰ'' صلہ آئے۔

احادیث میں انبیاء کے بارے میں قَائِمٌ يُّصَلِّي فِي قَبْرِهٖ کے لفظ ہیں، قَائِمٌ يُّصَلِّي عَلَيْهِ فِي قَبْرِهٖ کے نہیں۔

لہٰذا ہمارے محترم کے استدلال کا سقم اس سے واضح ہوجاتا ہے۔

۞ علامہ عبدالرؤف مناوی رحمہ اللہ (م:۱۰۳۱ھ) لکھتے ہیں:

أَي يَدْعُو وَيُثْنِي عَلَيْهِ وَيَذْكُرُهٗ، فَالْمُرَادُ الصَّلَاةُ اللُّغَوِيَّةُ، وَهِيَ الدُّعَاءُ وَالثَّنَاءُ، وَقِيلَ الْمُرَادُ الشَّرْعِيَّةُ، وَعَلَيْهِ الْقُرْطُبِيُّ.

''یعنی وہ دعا کررہے تھے، اللہ کی حمد وثنا اوراس کا ذکر کررہے تھے۔لہٰذا یہاں مرادلغوی صلاۃ ہے، جو دعا اورحمد وثنا کے معنی میں ہے۔ایک قول کے مطابق شرعی نماز مراد ہے۔علامہ قرطبی رحمہ اللہ کا یہی موقف ہے۔''(فیض القدیر : ۵/۵۱۹۔ ۵۲۰)

انبیا کے علاوہ دوسرے لوگوں کا بھی قبر میں نماز پڑھنا ثابت ہے،جیسا کہ

② سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مؤمن کوقبر میں بیٹھنے کا کہا جائے گا، وہ بیٹھ جائے گا۔اسے سورج غروب ہوتا

دکھایا جائے گا اور کہا جائے گا: وہ آدمی جو تم میں مبعوث ہوا تھا، اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟ آپ کی گواہی اس کے متعلق کیا ہے؟ کہے گا:

دَعُونِي حَتّٰى أُصَلِّيَ، فَيَقُولُـونَ : إِنَّكَ سَتَفْعَلُ، فَأَخْبِرْنِي عَمَّا نَسْأَلُكَ عَنْهُ .

''مجھے چھوڑو کہ میں (عصر کی) نماز پڑھ لوں۔ فرشتے کہیں گے: پہلے سوال کا جواب دے دو، پھر نماز پڑھ لینا۔''

(صحيح ابن حبان : ٣١١٣؛ المستدرك للحاكم : ٣٧٩/١۔ ٣٨٠، وسندهٗ حسنٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ نے اسے امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

حافظ ہیثمی رحمہ اللہ نے بھی اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔

(مجمع الزّوائد ومنبع الفوائد : ٥١/٣۔ ٥٢)

❀ ثابت بنانی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے:

أَللّٰهُمَّ، إِنْ كُنْتَ أَعْطَيْتَ أَحَدًا أَنْ يُّصَلِّيَ لَكَ فِي قَبْرِهٖ؛ فَأَعْطِنِي ذٰلِكَ .

''اے اللہ! اگر تو کسی کو قبر میں تیرے لئے نماز پڑھنے کی توفیق دے، تو مجھے یہ توفیق دینا۔''

(مسند علي بن الجعد : ١٣٧٩، المعرفة والتّاريخ للفسوي : ٥٩/٢، شعب الإيمان للبيهقي : ١٥٥/٣؛ ح : ١٣٩١، وسندهٗ صحيحٌ)

عظیم تابعی کے اس قول سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ قبر میں صلوۃ سے مراد نماز ہی ہے،

نہ کہ درود وغیرہ۔

۞ علامہ ابن الحاج رحمہ اللہ (م: ۷۳۷ھ) ایک بدعت کے ردّ میں لکھتے ہیں:

مَا حَدَثَ بَعْدَ السَّلَفِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ لَا يَخْلُو إِمَّا أَنْ يَّكُونُوا عَلِمُوهُ، وَعَلِمُوا أَنَّهٗ مُوَافِقٌ لِّلشَّرِيعَةِ وَلَمْ يَعْمَلُوا بِهٖ، وَمَعَاذَ اللّٰهِ أَنْ يَّكُونَ ذٰلِكَ، إِذْ إِنَّهٗ يَلْزَمُ مِنْهُ تَنْقِيصُهُمْ وَتَفْضِيلُ مَنْ بَعْدَهُمْ عَلَيْهِمْ، وَمَعْلُومٌ أَنَّهُمْ أَكْمَلُ النَّاسِ فِي كُلِّ شَيْءٍ، وَأَشَدُّهُمُ اتِّبَاعًا، وَإِمَّا أَنْ يَّكُونُوا عَلِمُوهُ وَتَرَكُوا الْعَمَلَ بِهٖ، وَلَمْ يَتْرُكُوهُ إِلَّا لِمُوجِبٍ أَوْجَبَ تَرْكَهٗ، فَكَيْفَ يُمْكِنُ فِعْلُهٗ؟ هٰذَا مِمَّا لَا يَتَحَلَّلُ، وَإِمَّا أَنْ يَّكُونُوا لَمْ يَعْلَمُوهُ، فَيَكُونُ مَنِ ادَّعٰى عِلْمَهٗ بَعْدَهُمْ أَعْلَمَ مِنْهُمْ، وَأَعْرَفَ بِوُجُوهِ الْبِرِّ وَأَحْرَصَ عَلَيْهَا، وَلَوْ كَانَ ذٰلِكَ خَيْرًا؛ لَّعَلِمُوهُ وَلَظَهَرَ لَهُمْ، وَمَعْلُومٌ أَنَّهُمْ أَعْقَلُ النَّاسِ وَأَعْلَمُهُمْ۔ ۔ ۔ .

’’جو چیزیں سلف صالحین رضی اللہ عنہم کے بعد ظہور پذیر ہوئیں۔ وہ تین حالتوں سے خالی نہیں: یا تو سلف کو ان کا علم تھا اور یہ بھی معلوم تھا کہ وہ چیزیں شریعت کے موافق ہیں، اس کے باوجود انہوں نے ان پر عمل نہیں کیا۔ معاذ اللہ! ایسا تو ممکن نہیں، اس سے سلف صالحین کی تنقیص ہوتی ہے اور بعد والوں کی فضیلت و فوقیت ثابت ہوتی ہے۔ حالاں کہ وہ ہر چیز میں کامل تھے اور سب سے بڑھ کر شریعت کا اتباع کرنے والے تھے۔ دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ سلف صالحین کو ان چیزوں کا علم تو تھا، لیکن انہوں نے ان پر عمل چھوڑ دیا تھا۔ تو یہ عمل

انہوں نے کسی ایسی دلیل کی وجہ سے چھوڑا تھا، جس سے ثابت ہوتا تھا کہ اس کو چھوڑنا واجب ہے۔ جب دلیل کی وجہ سے تھا تو اب اس عمل کو کرنا کیوں کر جائز ہوا؟ یہ تو ناجائز کاموں میں سے ہے۔ تیسری صورت یہ فرض کی جا سکتی ہے کہ سلف صالحین کو ان چیزوں کا علم ہی نہیں تھا۔ لیکن تب یہ سوال پیدا ہوگا کہ بعد والوں کو اس کا علم کیسے ہوا؟ کیا بعد والے کے پاس سلف سے زیادہ علم ہے؟ وہ امور خیر کو زیادہ جانتا ہے اور نیکی پر زیادہ حریص ہے؟ حالانکہ اگر یہ نیکی کے کام ہوتے، تو سلف صالحین ان کو جانتے ہوتے۔ یہ بات مسلم ہے کہ وہ سب لوگوں سے بڑھ کر عقل مند اور عالم تھے......''(المَدخل : ٢٧٨/٤)

الحاصل :

نبی کریم ﷺ کا ذکر سن کر درود پڑھنے کے لیے کھڑا ہونا یا آپ ﷺ کے میلاد کے ذکر پر تعظیما کھڑا ہونا بدعت ہے۔ اگر یہ نیکی کا کام ہوتا، تو صحابہ وتابعین اور ائمہ دین اس سے قطعاً غافل نہ رہتے۔